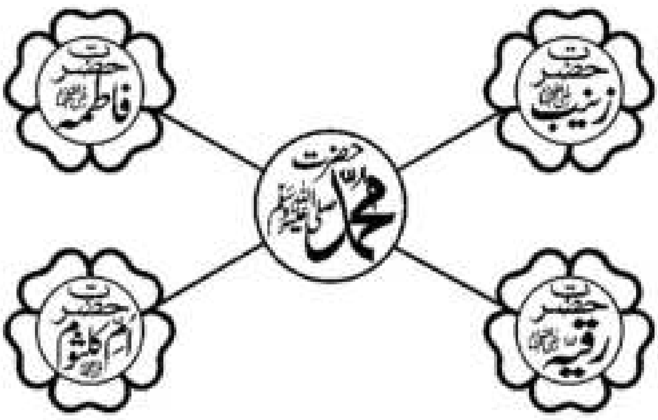
آسمان رسالت ﷺ کے نجوم وکواکب کا زریں سلسلہ

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

الدین کا خصوصی شمارہ

بہ عنوان

بناتِ طیّبات



بیاد گار

محسنِ قوم وملت حضرت اقدس مولانا احمد حسن بھام سملکی

(بانی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملك)

زیرِ سرپرستی

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث جامعہ ھذا)

حسبِ ایماء

حضرت اقدس مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی مدظلہ العالی

(مہتمم جامعہ ھذا)

ناشر

شعبۂ تقریر و تحریر

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک، گجرات

حضرت زینبؓ بنت رسول ﷺ

محمد حنظلہ مشتاق دھولوی (متعلم عربی سوم)

اے اجلّۂ صحابہؓ کا مخزن! اے نامور شخصیتوں کا مرجع! اے خوش نصیب خاندانِ شہنشاہِ بطحا! مبداءِ فیاض نے تجھے کن کن گوہرِ نایاب سے نوازا، اور کیسے کیسے آب دار و تاب دار موتیوں سے تیرے دامن کو مالا مال کیا! تیری روشوں پر مصروف خرام صبحِ چمن ہے کہ بادِ نسیم! تو ایسا صدا بہار گلشن ہے کہ تیرے پھولوں کا منہ دھلانے کے لیے شبنم بلندیوں سے اترتی ہے تجھ ہی میں سے ایک گلِ سر سبد حضرت زینب بنت رسول ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ آج قلم کا سر بھی فرطِ عقیدت ومحبت سے جھکا جاتا ہے کہ اسے بنتِ رسول ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر لکھنے کی سعادت حاصل ہورہی ہے۔

ایں سعادت بہ زورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ولادت

سرزمینِ عرب ہی کے نہیں ؛ بلکہ دنیا بھر کے سب سے مشہور ومقدس شہر مکۃ المعظمہ کی سنگلاخ سرزمین میں یہ سدا بہار پھول کھلا، خالقِ کائنات نے اپنے اس گوہرِ نایاب کے ظہور کے لیے اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ کا بطنِ مبارک منتخب کیا اور پرورش کے لیے رسالت مآب ﷺ کی چشمِ فیض اثر نے کام کر دکھایا۔ پھر یہ پھول ایسا مہکا کہ اس کی خوشبو چہار دانگِ عالم میں پھیل گئی اور سینکڑوں گم کردہٴ راہ لوگوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا اور ان شاء اللہ تا قیامِ قیامت یہ سلسلۂ رشد وہدایت جاری رہے گا۔

صحیح قول کے مطابق آپؓ کی ولادت بعثتِ نبوی سے دس سال پہلے مکۂ معظمہ میں ہوئی۔ بعض تذکرہ نویسوں کے قول کے مطابق حضرت خدیجہؓ اور نبی کریم ﷺ کے بابرکت نکاح کے پانچ سال بعد ولادت باسعادت ہوئی۔ اُس وقت آپ ﷺ کی عمر تیس برس کی تھی۔ حضرت زینبؓ آپ ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔

نسب

والد کی جانب سے آپ کا نسب زینب بنت محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی ہے، اور والدۂ محترمہ کی طرف سے آپ کا نسب شریف زینب بنت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد بن عبدالعزیٰ بن قصی ہے۔ گویا کہ سیدہ زینبؓ پاکیزہ اور اعلیٰ نسب کی حامل نجیب الطرفین تھیں۔

بچپن

نبیٔ کریم ﷺ کی چشم فیض اثر کا نتیجہ ہے کہ آپؓ کی ذات میں عدل و انصاف، اخوت و محبت، ہمدردی و غمخواری، حیا اور پاکدامنی جیسے اوصاف نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ تھی آپ ﷺ اپنی اس بڑی صاحبزادی کے ساتھ خصوصی محبت فرمایا کرتے تھے۔ اسی کو الشیخ حسین دیار البکری نے اپنی کتاب 'تاریخ الخمیس' میں کچھ اس طرح لکھا ہے:

"کان رسول اللہ ﷺ محبا فیھا۔"

چونکہ حضرت زینبؓ کے عہدِ طفولیت کے حالات پردۂ خفا میں ہیں اور کتب تاریخ کا دامن اس سے خالی ہے؛ اس لیے زمانۂ نکاح سے آپ کے احوال قلمبند کیے جاتے ہیں۔

نکاح

ابھی آپؓ نے دورِ طفولیت سے گذر کر شباب کی دہلیز پر قدم رکھا ہی تھا کہ سید عالم ﷺ نے آپ کا نکاح آپ ہی کے حقیقی خالہ زاد بھائی جناب ابوالعاص بن ربیع سے

کروا دیا۔

ابوالعاص کی والدہ کا نام ہالہ بنت خویلد تھا، ابوالعاص تو ان کی کنیت تھی، اصل نام تاریخ کے دھندلکوں میں یوں گڈ مڈ ہوگیا ہے کہ حقیقت کا پتہ چلانا ناممکن ہے، کسی نے آپ کا نام لقیط تو کسی نے زبیر، کسی نے مہشتم تو کسی نے یاسر اور ہیثم لکھا ہے۔ بعض روایات میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ ابوالعاص بن ربیع مکہ میں ان لوگوں میں شمار ہوتے تھے جو صاحبِ مال، صاحبِ تجارت اور صاحبِ امانت تھے۔

واقعۂ نکاح کچھ اس طرح پیش آیا کہ اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ اپنے بھانجے ابوالعاص کو ان کے بلند کردار کی بنا پر بیٹے کی طرح عزیز رکھتی تھیں اور چونکہ ابوالعاص نے بھی اس گوہرِ نایاب کو مہدِ نبوت ﷺ میں چمکتے دمکتے دیکھا تھا۔ حضرت زینبؓ کے اخلاقِ حسنہ کی چمک دمک نے ان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا اور انہوں نے اپنی خالہ کے سامنے نکاح کی خواہش ظاہر کی اور ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے بھی گزارش کی۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ: یہ تو بہترین رشتہ ہے؛ لیکن میری بیٹی کی مرضی بھی تو معلوم ہونی چاہیے۔ چنانچہ سیدہ زینبؓ سے پوچھا گیا اور آپ کی رضامندی کے ساتھ نکاح ہوا۔ اس طرح حضرت ابوالعاص کو رسولِ اکرم ﷺ کی دامادی کا شرف حاصل ہوا۔

مشرف بہ اسلام

شورِ سلاسل سے جرسِ ہدایت کا غلغلہ بپا ہوتا ہے اور آفتابِ نبوت فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر اس کی ضیاباری جن اوّلین مقدس افراد کے نہاں خانۂ دل کو منور کرتی ہے ان میں حضرت خدیجہؓ سرفہرست ہیں؛ اس لیے آپ کی صاحبزادی بھی حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ہی مشرف بہ اسلام ہوگئی تھیں۔

یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب کہ ابوالعاص تجارت کی غرض سے مکہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے دورانِ سفر ہی رسولِ اکرم ﷺ کی نبوت کے بارے میں خبریں سن لی

تھیں۔ جیسے ہی وہ مکہ پہنچے اور حضرت زینب نے ان سے کہا کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے تو وہ شش و پنج میں پڑ گئے، انہوں نے کہا کہ: اے زینب! کیا تو نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر میں ایمان نہ لاؤں تو کیا ہوگا۔ سیدہ زینب نے جواب دیا کہ: میں اپنے صادق وامین باپ کو کیسے جھٹلا سکتی ہوں؟ اور پھر میری ماں اور بہنیں اور تمہاری قوم میں سے حضرت علیؓ اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت زبیر ابن العوامؓ بھی تو ایمان لے آئے ہیں۔ اور میرا یہ خیال نہیں کہ تم میرے باپ کو جھٹلاؤ گے اور ان پر ایمان نہیں لاؤ گے۔ ابو العاص نے کہا: مجھے تمہارے والد پر شک و شبہ نہیں ہے؛ لیکن مجھے ڈر ہے کہ مجھ پر قوم الزام لگائے گی اور کہے گی کہ میں نے بیوی کی خاطر اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دیا۔ چنانچہ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا۔

اشاعتِ اسلام کے ساتھ ساتھ کفار کی مخالفت روز بہ روز بڑھتی گئی اور انہوں نے آپ ﷺ اور آپ کے رفقا کو تکلیف دینے کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا؛ یہاں تک کہ مخالفت اس قدر بڑھ گئی کہ ابولہب واُمّ جمیل کے کہنے پر ان کے بیٹوں: عتبہ وعتیبہ نے سیدہ زینبؓ کی تقدس مآب بہنوں: رقیہ واُمّ کلثوم کو طلاق دے دی۔ قریش کے چند لوگوں نے ابو العاص کو بھی مجبور کیا کہ وہ بھی حضرت زینبؓ کو طلاق دے دیں، اور اس کے بدلے قریش کی شہرۂ آفاق حسین وجمیل دوشیزاؤں میں سے جس سے چاہیں نکاح کرلیں؛ لیکن انہوں نے صاف انکار کردیا اور کہنے لگے: "لا واللہ لا افارق صاحبتی وما یسرنی ان لی بامراتی افضل امراۃ من قریش" (میں اپنی بیوی کو طلاق دے کر اپنے سے جدا نہیں کرسکتا اور اس کے عوض میں قریش کی کسی عورت کو پسند کرنا میری خوشی کا باعث نہیں ہوسکتا ہے) یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ ان کی قرابت کو اچھا سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ: ابو العاص نے بہترین دامادی کا ثبوت دیا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ کہیں جا رہے تھے کہ کفار نے آپ ﷺ کے خلاف آوازیں کسیں اور وہ حضور ﷺ کے ساتھ گستاخی سے پیش آئے اور آپ ﷺ کے چہرے پر مٹی پھینکی۔ اتنے میں حضرت زینبؓ کو پتہ چلا تو وہ بھاگی بھاگی آئیں۔ آپ ﷺ کے لیے پانی لائیں اور اپنے ہاتھوں

سے آپ ﷺ کے چہرہ کو دھویا۔ آں حضرت ﷺ کا یہ حال دیکھ کر حضرت زینبؓ کا دل بھر آیا اور رونے لگیں، تو آپ ﷺ نے اپنی صاجزادی کو تسلی دی اور فرمایا: "لاتبکی یا بنیة فان اللّٰه مانع ایاك" (اے بیٹی نہ رو، تو اپنے باپ کے مغلوب اور ذلیل ہونے کا خوف مت کر)

ہجرت

واقعۂ شعبِ ابی طالب کے بعد اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئیں۔ اِدھر ہجرت کا حکم نازل ہوا اور تمام صحابہؓ، حضرت زینبؓ کی بہنیں: رقیہؓ، فاطمہؓ، اُمّ کلثومؓ یہاں تک کہ والدِ گرامی حضور ﷺ سبھی لوگ مدینہ ہجرت کر گئے اور اس طرح آپؓ اپنے سسرال (مکہ) میں تنہا رہ گئیں۔

پھر رمضان المبارک میں حق و باطل کے درمیان پہلا معرکہ ہوا۔ فتح وظفر نے مسلمانوں کی قدم بوسی کی، بہت سے مشرک مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ ان میں حضرت ابوالعاص بھی تھے، جنہیں حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے گرفتار کیا تھا۔ اس گرفتاری کی خبر اہلِ مکہ کو پہنچی تو اہلِ مکہ نے اپنے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے فدیہ بھیجا۔ حضرت زینبؓ نے بھی اپنے دیور عمرو بن ربیع کو ایک قیمتی ہار دے کر روانہ کیا۔ جب حضرت زینبؓ کا وہ ہار دربارِ نبوت میں پیش کیا گیا، تو آپ ﷺ غمزدہ ہو گئے اور آنکھوں کا کٹورہ چھلک اٹھا:

نظر آیا جونہی یہ ہار دل حضرت کا بھر آیا
سمٹ کر ابر گوہر بار پلکوں پر اُتر آیا

اس لیے کہ یہ ہار حضرت خدیجہؓ کا تھا، انھوں نے اپنی لختِ جگر کو بطور یادگار عطا کیا تھا۔ آپ ﷺ کے سامنے حضرت خدیجہ کی یادیں تازہ ہوگئیں اور آپ نے صحابۂ کرامؓ سے فرمایا: اگر تم مناسب سمجھو تو یہ ہار زینب کو واپس بھیج دیا جائے، یہ تو اس کی ماں کی نشانی ہے۔ صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا: ہمیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن چونکہ سبھی قیدیوں کو فدیہ پر چھوڑا جارہا تھا اور یہ شانِ نبوت کے خلاف تھا کہ ابوالعاص کو صرف آنحضرت ﷺ

کے داماد ہونے کی حیثیت سے بغیر کسی فدیہ کے چھوڑ دیا جاتا؛ اس لیے حضرت ابوالعاصؓ کا فدیہ یہ قرار دیا گیا کہ وہ مکہ پہنچ کر حضرت زینبؓ کو مدینہ منورہ بھیج دیں۔

ہجرتِ مدینہ

چنانچہ آپ ﷺ حضرت زینبؓ کو لانے کے لیے ابوالعاصؓ کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہؓ کو بھی روانہ کیا اور ہدایت دی کہ بطنِ یاجج (مکہ سے تقریباً تیرہ کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے) میں ٹھہر کر انتظار کرنا، جب زینبؓ وہاں آ جائیں تو ان کو اپنے ہمراہ لے کر مدینہ منورہ چلے آنا۔ ابوالعاص نے مکہ پہنچ کر حضرت زینبؓ کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ منورہ جانے کی اجازت دے دی اور خود تجارتی سفر کے لیے شام روانہ ہو گئے۔

حضرت زینب سامانِ سفر کی تیاری میں مشغول تھیں، تو ہند بن عتبہ آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے بنتِ محمد! کیا تم اپنے والد کے پاس جا رہی ہو؟ حضرت زینبؓ نے فرمایا: فی الحال تو ایسا ارادہ نہیں، آگے جو خدا کو منظور ہو۔ ہند نے کہا: اے بہن! اس پوشیدگی کی کیا ضرورت ہے، اگر تم واقعی جاری رہی ہو اور کچھ زادِ راہ وغیرہ کی ضرورت ہو تو بے تکلف کہہ دو، میں خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ: ابھی طبقۂ نسواں میں عداوت کا وہ زہریلا اثر پیدا نہیں ہوا تھا، جو مردوں میں سرایت کر چکا تھا؛ اس لیے ہندہ جو کچھ کہہ رہی تھیں وہ سچے دل سے کہہ رہی تھیں، اگر میں کسی چیز کی حاجت کا اظہار کرتی تو وہ ضرور پورا کرتی؛ لیکن نزاکتِ وقت نے اس بات کی اجازت نہیں دی۔

اِدھر کنانہ حضرت زینبؓ کو لے کر نکلے اور اُدھر مشرکینِ مکہ کو خبر ہو گئی کہ محمد کی بیٹی مدینہ جا رہی ہے، تو قریش میں کھلبلی مچ گئی۔ چنانچہ دشمنانِ اسلام تلوارِ عناد لے کر ان کے تعاقب میں نکل پڑے اور مقام ذی طویٰ میں انہیں جا گھیرا۔ ہبار بن اسودان کا لیڈر تھا،

اس نے اونٹ کو نیزہ مارا، اونٹ تڑپ کر اُچھلا تو سیدہ زینبؓ ایک چٹان پر گر پڑیں۔ آپؓ حاملہ تھیں، گرنے کی وجہ سے حمل ساقط ہو گیا اور سخت چوٹ آئی۔ یہی وہ واقعہ ہے کہ جس کے بعد فرشتۂ اجل حضرت زینبؓ کی روحِ اطہر کے تعاقب میں چل پڑا۔ کنانہ نے جب یہ زیادتی دیکھی تو ترکش سنبھال کر نشانہ باندھ لیا اور کفار کو للکارا: خبردار! اگر کسی نے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو اسے تیروں سے چھلنی کر دوں گا۔ کفار سہم گئے۔

معاملہ آگے بڑھنے سے پہلے پہلے ابوسفیان بھی وہاں پہنچ گیا اور معاملے کی سنگینی بھانپ کر آگے بڑھا اور کہا: اے بھتیجے! اپنے تیر روک لو۔ کنانہ نے سردار کا اشارہ دیکھا تو رُک گیا۔ ابوسفیان نے کنانہ سے کہا کہ: دیکھو ہمیں محمد کی بیٹی سے کچھ لینا دینا نہیں اور نہ ہم زینب کو اس کے والد سے الگ کرنا چاہتے ہیں، مگر ذرا دیکھو تو سہی! تمہاری یہ حرکت ہمارے لیے نا قابلِ برداشت ہے کہ تم دن دہاڑے زینب کو لے کر جا رہے ہو۔ ابھی چند ہفتے قبل اس کے باپ نے ہمارا جو حشر کیا ہے تم اس سے بخوبی واقف ہو۔ اس حالت میں تم اسے مکہ سے لے کر جاتے ہو، تو لوگ یہی کہیں گے کہ قریش اتنے بزدل اور مرعوب ہو چکے ہیں کہ ان کے سامنے کھلم کھلا عورتیں روانہ کی جاتی ہیں اور وہ دم نہیں مار سکتے۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس وقت زینب کے ہمراہ مکہ واپس چلو، اور پھر کسی وقت خفیہ طور پر لے جانا۔ کنانہ نے اس بات کو منظور کر لیا اور وہ واپس آ گئے۔ جب کنانہ نے حضرت زینبؓ کے زخموں دیکھا تو بڑے مغموم لہجے میں کہا:

عجبت لهبار و اوباش قومه
یریدون اخفاری ببنت محمد
ولست ابالی ماحییت عدیدهم
وما استجمعت قبضا یدی بالمهند

کچھ مدت کے بعد جب مکہ میں اس واقعے کے حوالے سے امن ہو گیا تب کنانہ نے ایک مرتبہ پھر مناسب موقع دیکھ کر رات کے وقت خفیہ طور پر حضرت زینبؓ کو اپنے

ساتھ لیا اور روانہ ہو گئے اور بطنِ یاجج میں حضرت زید بن حارثہؓ کے سپرد کر کے واپس چلے آئے اور وہاں سے حضرت زید انہیں لے کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔اس طرح سیدہ زینبؓ بڑے پرخطر اور المناک سفر کے بعد ہجرت کر کے اپنے والدِ گرامی کے پاس پہنچ گئیں:

دلائی مسلمہ کو مخلص یوں شانِ داور نے
یہ وعدہ جا کے پورا کر دیا مردِ دلاور نے

سیدہ زینبؓ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں جو سلوک ہوا اس سے اللہ کے رسول ﷺ کو نہایت رنج ہوا۔آپ ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کو حکم دیا کہ اگر ہبار بن اسود کہیں مل جائے تو اسے قتل کر دینا،مگر اللہ کے رسول ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کو تو دیکھیے،ہبار اپنے کیے پر ندامت کا اظہار کرتا ہے اور آپ ﷺ نہ صرف اس کو کلمہ پڑھاتے ہیں؛ بلکہ یہ بھیانک ترین جرم بھی معاف فرما دیتے ہیں۔

حضرت ابوالعاصؓ کی محبت

وقت تیزی سے گزرتا چلا گیا،ابوالعاص نے حضرت زینبؓ کو مدینہ منورہ بھجوا تو دیا؛ مگر ان کی وفائیں بھول نہ پائے۔ایک مرتبہ شام کے سفر میں حضرت زینبؓ کی یادوں نے بہت ستایا اور صبر و تحمل کا پیمانہ چھلک اٹھا تو بے ساختہ یہ دو شعر زبان پر جاری ہو گئے:

ذكرت زينب لما وركت ارما
فقلت سقياً لشخص يكسن الحرما
بنت الامين جزاها الله صالحة
وكل بعلٍ بشيٍ بالذى سيُثنى علما

''جب میں مواضعِ ارم سے گزرا تو زینب کو یاد کیا اور (بے ساختہ) یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو حرم میں سکونت پذیر تھا،امین (محمدؐ) کی لڑکی کو خدائے تعالیٰ جزائے خیر دے اور ہر شوہر اسی بات کی تعریف کرتا ہے جس کو وہ خوب جانتا ہے۔''

ابوالعاص کا اسلام کے دامن میں آنا

ابوالعاص بڑے شریف النفس اور دیانت دار آدمی تھے، لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں رکھواتے، وہ نہایت دیانت کے ساتھ ان کی حفاظت کرتے اور طلب کرنے پر فوراً واپس کر دیتے تھے۔ مکہ میں وہ اس قدر امین سمجھے جاتے تھے کہ لوگ اپنا مالِ تجارت انہیں دے کر فروخت کرنے کے لیے دوسرے ملکوں میں بھیجا کرتے تھے۔

جمادی اولیٰ ۶ ھ میں آپ ایک تجارتی قافلہ کے ہمراہ شام کی طرف گئے ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ کو اس قافلے کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے زید بن حارثہؓ کو ایک سو ستر سوار دے کر ان کے تعاقب کے لیے روانہ فرمایا، چنانچہ مقام عیص میں دونوں قافلے ایک دوسرے کے سامنے ہوئے اور مختصر سی جھڑپ کے بعد شہسوارانِ اسلام نے مشرکین کو گرفتار کرلیا اور جو کچھ سامان ان کے پاس تھا، اس پر قبضہ کرلیا؛ لیکن نبوت سے رشتۂ دامادی کے باعث ابوالعاص سے کسی قسم کی مزاحمت نہ کی گئی۔ ابوالعاص نے جب قافلے کا یہ حشر دیکھا تو فوراً مدینۂ منورہ روانہ ہوگئے اور وہاں پہنچ کر حضرت زینبؓ سے پناہ طلب کی۔ حضرت زینبؓ نے ان کو پناہ دے دی۔ دوسرے دن صبح جب حضور اقدس ﷺ فجر کی نماز سے فارغ ہوگئے تو حضرت زینبؓ نے زور سے پکار کر کہا کہا:

"اَیُّهَا النَّاسُ! اِنِّی اَجرتُ ابَا العاص بن الربیع"

(اے لوگو! میں نے ابوالعاص کو پناہ دے دی ہے)

تو آپ ﷺ نے صحابہؓ سے دریافت فرمایا: کیا آپ حضرات نے سنا، زینب نے کیا کہا؟ حاضرین نے کہا جی ہاں، ہم نے سنا! اس منصفِ عادل پر ہر دو عالم قربان، جس نے صحابۂ کرامؓ کا جواب سن کر فرمایا:

"اَمَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَاعَلِمْتُ بِذالِكَ حَتّٰی سَمِعْتُهٗ كَمَا سَمِعْتُمْ"

(قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس وقت سے پہلے مجھے

بھی پتہ نہیں تھا کہ ابوالعاص مدینہ میں ہیں اور ان کو زینب نے پناہ دی ہے۔ مجھے اس کا علم اسی وقت ہوا ہے، جب کہ تمہارے کان میں زینب کے اعلان کی آواز پہنچی)

اس کے بعد فرمایا کہ: ''ایک ادنیٰ مسلمان بھی پناہ دینے کا حق رکھتا ہے۔'' اللہ کے رسول ﷺ سیدہ زینبؓ کے گھر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: ''مہمان کی تعظیم اور تکریم کرو؛ مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ اختلاط سے احتراز رہے۔''

اب سیدہ زینبؓ نے اپنے والدِ گرامی سے عرض کیا کہ: ابوالعاص کا تمام مال اور سامانِ تجارت واپس کر دینا چاہیے۔

قارئین کرام! آپ کے اعلیٰ اخلاق اور قانون کی حکمرانی کا مظاہرہ دیکھیے، اگر چاہتے تو حکم صادر فرما دیتے کہ سب لوگ ابوالعاص کا سامان واپس کر دیں، کون انکار کرتا؛ مگر آپ ﷺ صحابۂ کرامؓ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

''اس شخص (ابوالعاص) کا جو ہمارے ساتھ تعلق ہے، وہ تم لوگوں کو معلوم ہے، اس کا کچھ مال تمہارے ہاتھ لگا ہے، اگر تم احسان کرو اور اسے لوٹا دو تو مجھے خوشی ہوگی؛ لیکن اگر تم نہ دینا چاہو تو میں مجبور نہیں کر سکتا؛ کیونکہ اس مال کے تم ہی حق دار ہو۔''

لوگوں نے آپ ﷺ کی اس خواہش کا اس درجہ احترام کیا کہ ابوالعاص کی ایک ایک چیز واپس کر دی۔ ابوالعاص نے اپنے بچوں کو پیار کیا اور حضرت زینبؓ کو بھیگی آنکھوں سے الوداع کہہ کر روانہ ہوگئے۔ مکہ پہنچ کر تمام لوگوں کے واجبات اور حقوق واپس کر دیے اور پوچھا: اب کسی کا مجھ پر کوئی حق تو نہیں ہے؟ سب نے کہا: ہم نے تو آپ کو حق ادا کرنے والا معزز پایا۔ یہ سن کر حضرت ابوالعاص نے بلند آواز سے کلمہ توحید پڑھا، اور کہا: خدا کی قسم! مجھے اسلام لانے سے کوئی چیز مانع نہ تھی سوائے اس کے کہ تم لوگ کہو کہ میں تمہارا مال و دولت ہڑپ کرنا چاہتا ہوں:

مسلماں ہوگئے ابوالعاص بھی بعد ایک مدت کے
خدا کی راہ پر لائے انھیں احساں نبوت کے

تجدیدِ نکاح اور وفات

محرم ۷ھ میں حضرت ابوالعاص ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے، چونکہ میاں بیوی میں شرک کی وجہ سے تفریق ہوگئی تھی، اس لیے پہلے حقِ مہر پر تجدیدِ نکاح ہوا اور دوبارہ خوشگوار اور قابلِ رشک ازدواجی زندگی کا آغاز ہوا؛ لیکن میاں بیوی کی یہ رفاقت زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہی۔ ہجرت کے وقت پیش آنے والے سانحے کی تکلیف مسلسل رہی، یہاں تک کہ حضرت زینب ؓ چل بسیں۔ بڑے بڑے اکابر مصنّفین نے ان کے حق میں یہ الفاظ استعمال کیے ہیں: "فلم نزل وجعة حتی ماتت من ذالك الوجع فکانوا یرون انها شهيدة" صاحبِ استیعاب کا بیان ہے: "جب حضرت زینب ؓ مکہ سے اپنے والدِ بزرگوار کی خدمت میں آنے لگیں تو راستے میں ہبار بن اسود اور ایک دوسرے شخص نے آپ پر حملہ کیا، ان دونوں میں سے کسی ایک نے نیزہ حضرت زینب ؓ کو مار دیا، وہ اونٹ پر سے گر پڑیں، حمل ساقط ہوگیا اور بہت خون نکلا جو عرصہ تک اسی مرض میں مبتلا رہ کر ۸ھ میں انتقال کر گئیں۔

تجہیز وتکفین

حضرت اُمّ ایمن ؓ، حضرت سودہ ؓ اور حضرت اُمّ سلمہ ؓ نے رسول کریم ﷺ کی ہدایات کے مطابق میّت کو غسل دیا۔ جب غسل سے فارغ ہوئیں تو حضور ﷺ کو اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے اپنا تہہ بند عنایت فرمایا اور ہدایت کی کہ اسے کفن کے اندر پہنادو۔

صحیح بخاری میں مشہور صحابیہ حضرت اُمّ عطیہ ؓ سے روایت ہے کہ: "میں بھی زینب بنتِ رسول اللہ ﷺ کے غسل میں شریک تھی۔ غسل کا طریقہ حضور ﷺ خود بتلاتے جاتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے ہر عضو کو تین بار یا پانچ بار غسل دو اور اس کے بعد کافور لگاؤ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت اُمّ عطیہ سے فرمایا: "اے اُمّ عطیہ!

میری بیٹی کو اچھی طرح کفن میں لپیٹنا، اس کے بالوں کی تین چوٹیاں بنانا اور اسے بہترین خوشبوؤں سے معطر کرنا۔ نمازِ جنازہ بھی رسولِ مقبول ﷺ نے خود پڑھائی اور حضرت ابوالعاصؓ نے قبر میں اتارا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ خود بھی قبر میں اترے۔ جس دن حضرت زینبؓ نے وفات پائی، حضور ﷺ بے حد مغموم تھے، آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور آپ ﷺ فرماتے تھے: ''زینب میری سب سے اچھی لڑکی تھی، جو میری محبت میں ستائی گئی۔''

دعائے برائے قبر

آنحضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ اور آپ کے ضعف کو یاد کیا تو خدا تعالیٰ سے دعا مانگی: اے خدا! تو زینب کی مشکلات کو آسان کر دے اور اس کی قبر کی تنگی کو کشادگی سے بدل دے۔

لباس

حضرت انس ابن مالکؓ عرض کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں نے حضرت زینب بنت رسول ﷺ پر ایک قمیص دھاری دار حریر (ریشم) سے بنی ہوئی دیکھی۔ وہ اس کو زیب تن کیے ہوئے تھیں اور بعض روایات کے اعتبار سے قمیص کی بجائے ریشمی چادر کا استعمال کرنا آیا ہے۔

وفاتِ زینبؓ کے اثرات

حضرت زینبؓ کی وفات پر آپ کی باقی بہنیں اُمّ کلثومؓ و فاطمۃ الزہراءؓ بھی اس حادثۂ فاجعہ کی وجہ سے نہایت پریشان اور غمزدہ ہوئیں۔ باقی مسلمان عورتیں بھی حضرت زینبؓ کی وفات پر جمع ہوئیں، اور بے اختیار رونے لگیں، چیخ و پکار تک نوبت پہنچی تو حضرت عمرؓ عورتوں کو سختی سے منع کرنے لگے۔ رسولِ خدا ﷺ نے حضرت عمرؓ کو روکا اور اس

موقع پر سختی کرنے سے منع فرمادیا اور عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: شیطانی آواز نکالنے سے تم پرہیز کرو۔ پھر ارشاد فرمایا: جو آنسو آنکھ سے بہتے ہیں اور دل غمگین ہوتا ہے تو یہ خدا کی طرف سے ہے اور اس کی رحمت میں سے ہے اور جو کچھ ہاتھ سے یا زبان سے ظاہر ہوتا ہے، وہ شیطان کی طرف سے ہے۔ ہاتھ اور زبان سے صادر ہونے سے مراد پیٹنا اور واویلا کرنا ہے۔

سیدہ زینبؓ کی اولاد کا ذکرِ خیر

سیدہ حضرت زینبؓ کی جو اولاد حضرت ابوالعاص بن الربیعؓ سے ہوئی، ان میں ایک صاحبزادہ تھا جس کا نام 'علی' تھا اور ایک صاحبزادی تھی جس کا نام 'امامہ' تھا۔ دونوں کے مختصر حالات پیشِ خدمت ہیں:

علی بن ابی العاص

آپ کا نام علی بن ابی العاص بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدشمس ہے۔ والدۂ محترمہ سیدہ زینب نے آپ کو قبیلۂ بنی غاضرہ میں استرضاع یعنی دودھ پینے کے لیے بھیجا تھا۔ شیر خوارگی سے فارغ ہونے کے بعد سرکارِ دو عالم ﷺ نے آپ کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ ابوالعاص ابھی تک مکہ میں مقیم تھے۔ علی بن ابی العاص نبی کریم ﷺ کی نگرانی میں ہی پرورش پاتے رہے اور سرکارِ دو عالم ﷺ کا سایۂ عاطفت ان پر تا دیر قائم رہا۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ: وہ سنِ بلوغ تک پہنچ کر فوت ہو گئے۔ یہ بھی منقول ہے کہ جب فتحِ مکہ ہوئی تو سردارِ عالم ﷺ نے ان کو اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔

محدثین فرماتے ہیں: اسامہ بن زید سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ کی صاحبزادی کا ایک بچہ (علیؓ) قریب المرگ ہو گیا، انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت

میں ایک آدمی بھیجا کہ آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائیں، آپ ﷺ نے جواب میں سلام فرمایا اور کہلا بھیجا کہ: صبر کرو، جو اللہ تعالیٰ لے لیتے ہیں وہ بھی اللہ کے لیے ہے اور جو دیتے ہیں اسی کے لیے ہے۔ ہر شخص کے انتقال کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں وقت مقرر ہے۔ ہر حالت میں تمھیں صبر کرنا چاہیے۔ محترمہ زینبؓ پریشانی کے عالم میں تھیں، پھر انہوں نے قسم دے کر آپ ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی بھیجا کہ: آپ ﷺ ضرور تشریف لائیں، تو آنحضرت ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کے ساتھ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، اُبی بن کعب اور زید بن ثابت وغیرہ صحابہؓ کی جماعت بھی چل پڑی اور جب حضرت زینبؓ کے پاس پہنچے تو وہ بچہ قریب المرگ تھا۔ آنحضرت ﷺ کی گود میں اسے اس حالت میں پیش کیا گیا کہ ونفسہ تتقعقع یعنی بچہ کے آخری سانس تھے اور وہ فوت ہو رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر نبی کریم ﷺ کے آنسو مبارک جاری ہو گئے۔ سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کیا ہے، آپ آنسو بہا رہے ہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دی ہے۔

اُمامہ بنت ابی العاص

آپ کا نام اُمامہ بنت ابی العاص بن ربیع ہے۔ رسالت مآب ﷺ کے مبارک دور میں آپ کی ولادت ہوئی اور نبی اقدس ﷺ کے خانۂ مبارک میں پرورش پاتی رہیں اور آپ ﷺ امامہ کے ساتھ حد درجہ پیار و محبت فرمایا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ نماز میں بھی وہ آپ کے دوشِ مبارک پر ہوتی اور آپ نماز ادا فرما رہے ہوتے۔ جب آپ رکوع فرماتے تو اس کو زمین پر بٹھا دیتے اور جب آپ کھڑے ہوتے تو پھر اٹھا لیتے۔

سیدہ فاطمہؓ نے اپنے انتقال سے قبل حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی تھی کہ: اگر میرے بعد شادی کریں تو میری بہن زینب کی لڑکی امامہ کے ساتھ نکاح کرنا، وہ میری اولاد کے حق میں میرے قائم مقام ہوگی۔

محدثین نے ایک عجیب واقعہ ذکر کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: آپ ﷺ کی خدمت میں ایک قیمتی ہار بطور ہدیہ آیا، آنحضرت ﷺ کی ازواجِ مطہرات اتفاقاً وہاں جمع تھیں اور امامہ چھوٹی لڑکی تھیں اور بچوں کی طرح گھر میں ایک طرف کھیل رہی تھیں، پھر آپ نے اس ہار کو پکڑا اور فرمایا: لأدفعنها إلى احب اهلي اليّ یعنی میں اپنے اہلِ بیت میں سے جو مجھے زیادہ پسند ہے، اس کی گردن میں ڈالوں گا۔ تمام ازواجِ مطہرات اس بات کی منتظر تھیں کہ قلاوہ کس کے حصے میں آتا ہے؟ آپ ﷺ نے اپنی دختر زادی امامہ بنت زینب کو بلایا اور اس کے گلے میں ہار پہنادیا۔ یہ ساری چیزیں آپ ﷺ سے غایت درجہ التفات کی دلیل ہے۔

یہ سب کرم و محبت حضرت زینبؓ کی صاحبزادی کی وجہ سے ہو رہی تھی، اس سے حضرت زینبؓ کا مقام جو رسالت مآب ﷺ کے نزدیک تھا وہ اظہر من الشمس ہے۔

حوالہ جات:

(۱) بناتِ اربعہ
(۲) سیرت المصطفیٰ ﷺ جلد سوم
(۳) سیر الصحابیات
(۴) طبقات ابن سعد
(۵) صحابیات
(٦) رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیاں